اخبار امت

مسلم ممالک ' انتخابات اور جمہوریت

عبدالغفار عزیز ○

پرامن ' آزادانہ ' شفاف انتخابات ' مسلم ممالک کے عوام کے لیے ایسا خواب ہیں جس کی تعبیر تلاش کرتے کرتے یہ صدی اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ معلوم نہیں آنے والی صدی اپنے دامن میں ان کے لیے اس خواب کی کیا تعبیر لیے ہوئے ہے۔

اس صدی میں بیشتر مسلم ممالک نے جدوجہد کر کے استعماری طاقتوں سے آزادی حاصل کی۔ مغرب کو فخر ہے کہ اس نے ان ملکوں کو تہذیب سکھائی اور سیکولرازم اور لبرلزم کے ساتھ ساتھ جمہوریت کا درس دیا۔ اگر آزادی کے بعد ان ملکوں میں حقیقی جمہوری اقدار رائج ہو جاتیں تو ایک فطری عمل کے نتیجے میں یہاں کے عوام کی امنگوں اور آرزوؤں کے مطابق اسلامی نظام کی بنیاد پڑ جاتی' لیکن یہ کیسے گوارا تھا۔ مغرب نے اپنے جن گماشتوں کے سپرد اقتدار کیا' انھوں نے جمہوریت کا راگ تو الاپا لیکن جمہوریت رائج نہ ہونے دی۔ اس میں انھیں اپنے آقاؤں کی مکمل آشیرباد حاصل رہی۔ انتخابات جمہوریت کی اساس ہیں لیکن ان ممالک میں انتخابات کی پہلی casualty بے چاری جمہوریت ہوتی ہے۔ مغرب کے اپنے ممالک میں تو انتخابات کے ذریعے حکمران طے ہوتے ہیں' تبدیل ہوتے ہیں لیکن مسلم ممالک میں انتخابات برسر اقتدار حکمران پر جمہوریت کا ٹھپہ لگانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جہاں ایسا نہ ہو سکے' پیچھے فوج اپنا کردار ادا کرنے کے لیے موجود ہوتی ہے۔

گذشتہ دنوں کئی ممالک انتخابات کے تجربے سے گزرے۔ نائیجیریا میں طویل فوجی آمریت کے بعد انتخابات ہوئے۔ ترکی میں پارلیمانی و بلدیاتی انتخابات ہوئے۔ الجزائر میں صدارتی انتخابات ہوئے۔ شام میں

○ ناظم' شعبہ امور خارجہ ' جماعت اسلامی پاکستان

صدارتی انتخابات ہوئے۔ مراکش کے سنسنی خیز ضمنی پارلیمانی انتخابات ہوئے۔ ۷ جون کو انڈونیشیا میں پارلیمانی انتخابات منعقد ہو رہے ہیں۔ کویت کی پارلیمنٹ توڑ کر جولائی میں انتخابات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ آیندہ برس ہونے والے ملایشیا کے انتخابات کی تیاریاں بھی شروع ہیں۔

مسلم ممالک کے انتخابات بالعموم اس قدر غیر حقیقی اور غیر منصفانہ ہوتے ہیں کہ ان پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔ یہ انتخابات محض سیاسی ڈراما محسوس ہوتے ہیں۔ اب یہ بھی بھلا انتخابات ہیں کہ ۱۹۹۲ سے جاری خوں ریزی اور آئے دن سیکڑوں افراد کے ذبح کر دیے جانے کے پس منظر میں الجزائر میں سیاسی بحران کے خاتمے کے لیے انتخابات منعقد کیے جاتے ہیں۔ پہلے مختلف حیلے بہانوں سے اسلامی تحریکوں کے نمایندوں کو امیدوار بننے سے روک دیا جاتا ہے اور پھر جب مختلف چھلنیوں سے گزارنے کے بعد میدان میں صرف سات امیدوار رہ جاتے ہیں تو فوج اور انتظامیہ اپنی ساری قوت ایک امیدوار "بوتفلیقہ" پر لگا دیتی ہے۔ اس صورت حال میں چھ کے چھ امیدواروں کے لیے انتخابات کے بائیکاٹ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا۔ میدان میں فوج اور صدر کا چہیتا تنہا امیدوار رہ جاتا ہے، یوں بوتفلیقہ بھاری اکثریت سے کامیاب ہو جاتے ہیں اور "جمہوریت" کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

شام کے صدارتی انتخابات میں گذشتہ ۳۰ سال سے حکمران حافظ الاسد ہمیشہ کی طرح اکلوتے امیدوار ہوتے ہیں۔ الی الابد، حافظ الاسد کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اور جناب صدر 99.9 فی صد ووٹ حاصل کر لیتے ہیں۔ شام کے ہر شہری پر لازم ہے کہ وہ ملازمت، تعلیم اور علاج کی سہولتیں حاصل کرنے کے لیے اپنا انتخابی کارڈ پیش کرے تاکہ ووٹوں کا تناسب زیادہ ہو۔ ہر ووٹر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ووٹ سیکورٹی فورسز کی موجودگی میں استعمال کرے۔ اب وہ ملک جہاں ابد تک حافظ الاسد ہی بنیادی شعار ہو اور جہاں کم از کم ۱۰ ہزار افراد حافظ الاسد سے اختلاف کی بنیاد پر تہ تیغ کر دیے گئے ہوں وہاں کون مائی کا لال "امن کے محافظوں" کی موجودگی میں حافظ الاسد کو ووٹ نہ دینے کی جسارت کرے گا۔

ترکی بڑی حد تک جمہوری اقدار اور منصفانہ رائے دہی کا اہتمام کرتا ہے لیکن "غیر جانب داری" کا عالم یہ ہے کہ انتخابات سے قبل ترکی کی اصل حکمران "فوج" کھلے لفظوں میں دھمکی دیتی ہے کہ اگر فضیلت پارٹی کامیاب ہوئی تو اسے بھی رفاہ پارٹی ہی کی طرح حکومت نہیں کرنے دی جائے گی۔ صرف دھمکیاں ہی نہیں دی جاتیں بلکہ عملاً سرکار کی طرف سے فضیلت پارٹی کے خلاف دستوری عدالت میں مقدمہ درج کروا دیا جاتا ہے کہ فضیلت پارٹی، رفاہ ہی کا تسلسل ہے۔ اسے غیر قانونی قرار دیا جائے۔ رفاہ کے سربراہ اور سابق وزیراعظم نجم الدین اربکان کو اپنے آٹھ سینئر ساتھیوں سمیت سیاست میں حصہ لینے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ترک نوجوانوں کے ہیرو، استنبول کے سابق میئر رجب طیب اردوگان کو انتخابات سے چند روز قبل

جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ بلدیاتی انتخابات، جن میں رفاہ کی یقینی جیت اسے پارلیمانی انتخابات میں کامیاب کروانے کا بنیادی ذریعہ بنتی ہے، اس "احتیاط" کے پیش نظر پارلیمانی انتخابات کے ساتھ ہی یعنی اسی روز منعقد کروائے گئے تاکہ بلدیاتی جیت کا فائدہ قومی انتخابات میں اسے حاصل نہ ہو سکے۔ واضح رہے کہ بلدیاتی انتخابات میں اس دفعہ بھی فضیلت پارٹی ہی پہلے نمبر پر رہی ہے اور اسے ۲۳ فی صد سے زائد ووٹ حاصل ہوئے ہیں۔ ترکی میں ان انتخابی "احتیاطوں" اور دستوری و عسکری دھمکیوں ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، پارلیمنٹ تشکیل پا جانے کے بعد بھی اس تاثر کو مزید گہرا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے کہ "فوج اور صدر مملکت "فضیلت" کو نہیں چھوڑیں گے"۔ صرف اسکارف اختیار کرنے پر پوری حکومت ایک مسلم خاتون مروہ کاوکچی کے درپے ہو گئی ہے اور اب اس کی شہریت ہی منسوخ کر دی گئی ہے۔

کویتی پارلیمنٹ میں اسلام پسند ارکان اسمبلی اور حکومت کے متعدد وزرا کے درمیان کش مکش اسمبلی کی تحلیل پر منتج ہوئی ہے۔ کویت میں اگرچہ محدود نشستیں اور ووٹروں کی قدرے تھوڑی تعداد ہی انتخابی نظام کا حصہ بنتی ہے لیکن اس میں بھی پیسہ اس قدر بے دردی سے خرچ ہوتا ہے کہ امیدواران ایک ایک کلومیٹر لمبے انتخابی کیمپ قائم کرتے ہیں جن میں پورا عرصہ "پنج تارہ" ہوٹلوں کے تیار کردہ انواع و اقسام کے کھانے اڑائے جاتے ہیں۔ مال دار ہونے کے باوجود اپنا ووٹ بیچ دینے کی بات زبان زدعام ہے اور قبائل کی تقسیم بھی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

ملائیشیا جمہوری حوالے سے ایک مثالی ملک قرار دیا جا سکتا تھا لیکن ۲۰ سال حکومت کرنے کے بعد اب مہاتیر محمد کی حکومت نے متوقع وزیراعظم انور ابراہیم کو جس انداز سے سزا دلوائی ہے اس کے نتیجے میں ملائیشیا کے عوام کا اپنے ملک کے نظام پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ آیندہ انتخابات کس حد تک آزادانہ ہوں گے، اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

انڈونیشیا میں انتخابات کی تیاریاں عروج پر ہیں۔ جناب سہارتو ساتویں دفعہ بھی "منتخب" ہو گئے تھے، لیکن طلبہ اور عوام کی تحریک کے نتیجے میں رخصت ہوئے۔ اب ملک میں امن و امان کی صورت حال خراب ہے۔ مسلم عیسائی فسادات کروائے جا رہے ہیں۔ جن طبقات نے ۳۰ سال میں اپنے پنجے گاڑے ہیں، وہ آسانی سے عوام کو حقوق واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ۱۵۰ درخواست دینے والی پارٹیوں میں سے ۴۸ کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ ۳، ۴ بڑی پارٹیاں ہیں۔ انڈونیشیا سب سے بڑا مسلم ملک ہے جو ایک بڑے تاریخی تجربے سے گزرنے والا ہے۔ اس کے مشاہدے اور مطالعے کی، ہمارے کسی اخبار، ایجنسی یا ادارے نے کوئی فکر کی ہے؟

آج مسلم ممالک کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ یہاں عوام کی آزادانہ مرضی سے حکومتیں قائم ہونے

اور تبدیل ہونے کی روایت پڑے اور مضبوط ہو۔ غلبہ اسلام کے لیے کام کرنے والوں کے لیے بھی راستہ یہی ہے کہ عوام کو یہ حق ملے اور ان کی آزادانہ رائے اسلامی نظام کے حامیوں کے حق میں استعمال ہو۔ جمہوریت اور اسلامی تحریکوں کے حوالے سے مغرب کا ایک اعتراض یہ ہے کہ ان تحریکوں کو ایک دفعہ جمہوری راستے سے حکومت مل گئی تو پھر یہ کبھی اقتدار نہیں چھوڑیں گی حالانکہ دراصل یہ طریقہ تو ان کے نمایندوں کا ہے کہ ۳۰، ۴۰ سال سے ملک کے عوام کو حقوق سے محروم کر کے ظلم و جبر کے ذریعے مسلط ہیں۔ طبعی موت، سازش یا عوامی تحریک کی قربانیوں کے علاوہ ان کو ہٹانے کا کوئی راستہ نہیں۔ جرمنی میں چانسلر تبدیل ہو گیا۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کی حکومت آگئی۔ کلنٹن کو امریکی دستور کے تحت اب جانا ہی جانا ہے۔ بھارت اور اسرائیل کے انتخابات جمہوریت کو قتل کرنے کے لیے نہیں، حکومت منتخب کرنے کے لیے ہو رہے ہیں۔ مسلم ممالک میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔

جو مسلم ممالک کا خیرخواہ ہے، یہاں کوئی خوش گوار تبدیلی چاہتا ہے، جہالت، غربت اور بے روزگاری ختم کرنا چاہتا ہے، ترقی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنا پورا وزن ان ممالک میں آزادانہ انتخابات کے پلڑے میں ڈالے۔ مغرب میں بھی جو عناصر مسلمانوں کے دوست ہیں ان کی دوستی کا حق بھی یہی ہے۔ مسلمانوں کی اس سے زیادہ دشمنی کوئی نہیں کہ انھیں اپنے حکمران منتخب کرنے کے آزادانہ حق سے محروم رکھا جائے۔ ان کے معاشروں میں رجوع الی اللہ اور اصلاح کی تحریکیں بھی تب ہی اجتماعی زندگی میں برگ و بار لائیں گی جب یہ حق قائم ہو گا۔

ترجمان القرآن کا مطالعہ

ذہنی و علمی افق کو وسیع کرتا ہے
ملی و قومی مسائل پر شعور و آگہی دیتا ہے
دعوت و تربیت کی راہ میں آگے بڑھاتا ہے
ایمان و حکمت سے مالا مال کرتا ہے

ترجمان القرآن اپنے تک نہ رکھیے ... دوسروں تک پہنچایئے